باب الفتاویٰ

احکام و مسائل

دارالافتاء
جامعہ سلفیہ فیصل آباد

سوال:

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہمارے گاؤں کی مسجد گرا کر اس کو وسیع کیا گیا ایک طرف جگہ بچ گئی تھی جو کہ پہلے والی مسجد کا صحن تھا (جہاں نماز پڑھی جاتی تھی) اس صحن میں لیٹرینیں بنائی جارہی تھیں ایک سائل دوسرے سے سوال کرتا ہے اس جگہ لیٹرینیں بنانا صحیح نہیں ہیں دوسرا آدمی جواب دیتا ہے جگہ کی کمی کی وجہ سے مجبورا لیٹرینیں بن رہی ہیں جس طرح روضہ رسول ﷺ مسجد میں ہے تو جواس نے لیٹرین کو روضہ رسول ﷺ کے ساتھ جو تشبیہ دی ہے اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ (جب کہ پنچایت کے روبرو مذکورہ آدمی نے ان مذکورہ الفاظ کا انکار کیا لیکن دوسرے دن پنچایت کے روبرو اقرار کیا اور معذرت کی اور مسجد میں معافی مانگی)

سائل: چک نمبر 168/9L کی مختلف مساجد کے خطباء

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْوَهَّابِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ أَجْمَعِيْنَ أَمَّا بَعْدُ:

جواب:

سوال میں غور طلب بات یہ ہے کہ کیا اس میں واقعی لیٹرین کو روضہ رسول ﷺ سے تشبیہ دی گئی یا مجبوری کو مجبوری سے تشبیہ دی گئی ہے، دوسرے آدمی کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے لیٹرین کو روضہ سے تشبیہ نہیں دی بلکہ مجبوری کو روضہ رسول ﷺ کی مجبوری سے تشبیہ دی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی حدیث ہے جسے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا ہے آپ نے مرض الموت میں فرمایا:

لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجد

اللہ تعالیٰ یہود اور نصاریٰ پر لعنت بھیجے انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنالیا

یہ حدیث بیان کرنے کے بعد حضرت عائشہ نے فرمایا

لولا ذالك لابرز قبره، غير انى اخشى ان يتخذ مسجدا

اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر کھلی جگہ پر بنائی جاتی۔ لیکن مجھے خطرہ محسوس ہوا۔ بعض روایتوں سے محسوس ہوتا ہے آپ نے بھی یہ خطرہ محسوس کیا۔ کہیں اسے مسجد نہ بنا لیا جائے۔ (فتح الباری ۳/۲۵۵۔ ۲۵۶)

اس کے باوجود جب مسجد نبوی کو وسیع کرنے کی ضرورت پیش آ گئی تو آپ کے روضہ کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا تھا اس لئے اس کو مسجد نبوی کے اندر لے لیا گیا ہے۔ اگرچہ روضہ رسول ﷺ کے حجرہ کو مثلث شکل میں بنادیا گیا ہے تاکہ قبلہ رخ ہوتے ہوئے کوئی اسے سجدہ نہ کر سکے تاہم وہ مسجد کے اندر ہے یہ تشبیہ ایسی ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

ان الايمان ليارز الى المدينة كما تارز الحية الى جحرها (فتح الباری ۴/۴ مکتبہ دارالسلام)

ایمان مدینہ کی طرف اس طرح سمٹ آتا ہے جس طرح سانپ اپنی بل کی طرف لوٹ آتا ہے۔

تو اس تشبیہ کا یہ مقصد تو نہیں ہے کہ ایمان کو سانپ سے تشبیہ دی گئی ہے یا ایمان کو سانپ بنادیا گیا ہے۔

حنفی فقہ کی مشہور کتاب الاشباہ والنظائر مطبوعہ

ہندص ۴۴۴ پر لکھا ہے:

لو نظر المصلی الی المصحف وقرء منه فسدت صلوته لا الی فرج امراة بشهوة

اگر نمازی نماز میں قرآن دیکھ کر پڑھے تو نماز فاسد ہو جائے گی لیکن اگر عورت کی شرمگاہ جنسی جذبہ کے تحت دیکھ لے تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ عورت کی شرمگاہ کو قرآن کے مقابل اور متوازی قرار دیا ہے اور اس کو قرآن سے تشبیہ دی ہے۔ مزید برآں تشبیہ میں کوئی ایک چیز وجہ شبہ ہوتی ہے۔ پوری چیز پوری چیز کے مشابہ نہیں ہوتی مثلاً بہادر اور دلیر کو شیر سے تشبیہ دیتے ہیں تو اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ اس کو بھی شیر کی طرح دم لگ گئی ہے اور اس کی شکل وصورت شیر جیسی ہوگئی ہے صرف وصف شجاعت اور دلیری میں تشبیہ ہے اس طرح یہاں صرف مجبوری میں تشبیہ ہے۔

2۔ کسی مسلمان کے بارے میں یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ بقائمی ہوش وحواس جان بوجھ کر ایسے الفاظ استعمال کرے جس سے نعوذ باللہ رسول اللہ ﷺ کی توہین اور گستاخی کا پہلو نکلتا ہو ہاں یہ ممکن ہے کہ کوئی مسلمان جہالت و ناواقفیت کی بناء پر یا غیر شعوری طور پر ایسے الفاظ استعمال کرے جو ایک مسلمان کیلئے نازیبا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کی گستاخی کا پہلو لئے ہوں جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث ہے:

کہ ایک انصاری صحابی جس کو جنگ بدر میں شرکت کا شرف حاصل تھا کا حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے اپنے کھیت کو پانی پلانے کے سلسلہ میں جھگڑا ہوا تو آپ نے حضرت زبیر کو پہلے پانی پلانے کی اجازت دے دی اس سے بدری انصاری صحابی غصہ میں آ کر کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے حضرت زبیر کو اپنا کھیت پہلے سیراب کرنے کی اجازت اس وجہ سے دی ہے کہ آپ کا پھوپھی زاد ہے۔ اس سے رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، (فتح الباری ۵/۳۸۰)

تو یہاں ایک بدری صحابی نے غصہ میں آ کر غیر شعوری طور پر آپ پر جانب داری کا الزام لگایا جو انتہائی قبیح اور نازیبا ہے۔ لیکن چونکہ اس نے یہ حرکت غصہ سے مغلوب ہو کر غیر شعوری طور پر کی تھی اس لئے آپ نے اس کو مجرم قرار نہیں دیا۔ اور اس گستاخی پر سرزنش یا سزا نہیں دی۔ اس لئے اگر جواب دینے والے کا مقصد آپ کے روضۃ کی توہین اور تحقیر نہیں ہے کیونکہ اعمال کی صحت و فساد کی بنیاد عمل کرنے والے کی نیت ہوتی ہے تو پھر ان الفاظ کو توہین اور گستاخی پر محمول نہیں کیا جائے گا یہ ایسے ہی ہے کہ بعض احناف ائمہ نے نماز میں شہادت کی انگلی اٹھانے کے بارے میں جس پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث کے سبب جمہور سلف اور خلف کا اتفاق ہے کہ یہ اشارہ مسنون ہے۔ کہا ہے کہ مارا قول ابوحنیفہ باید، قول رسول کافی نیست (درس ترمذی مولانا تقی عثمانی ۲/۶۲) کہ ہمیں امام ابوحنیفہؒ کا قول چاہئے ہمارے لئے رسول کا قول (نعوذ باللہ) کافی نہیں ہے ایک کفریہ قول ہے لیکن چونکہ قائل نے بلا سوچے سمجھے مناظرانہ انداز میں کہہ دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے قول پر امام ابوحنیفہ کے قول کو ترجیح دینا مقصود نہیں ہے اس لئے اس قائل کو کافر قرار نہیں دیا گیا۔

3۔ تاہم الفاظ و عبارت کے استعمال کے وقت یہ نفسیاتی اور جذباتی حقیقت ملحوظ رکھنی چاہئے کہ ان کے اندر روح فساد موجود نہ ہو یا اس کا غلط معنی نہ لیا جاسکتا ہو۔ اگر اس سے بدفہمی کا یا سوء فہمی کا خطرہ ہو اور اس سے جذبات کو انگیخت یا شہ مل سکتی ہو تو ایسے الفاظ کو استعمال نہیں کرنا چاہئے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: اے ایمان والو تم راعنا، نہ کہا کرو، انظرنا کہا کرو اور توجہ سے سنا کرو، (سورۃ البقرۃ ۱۰۴)

راعنا اور انظرنا دونوں کا مفہوم اور موقع و محل ایک ہی ہے کہ ہمارا خیال کیجئے، مہلت دیجئے، لیکن راعنا کو غلط مفہوم اور مقصد کیلئے استعمال کیا جاسکتا تھا اس لئے اس لفظ کے استعمال سے روک دیا گیا۔ بلکہ نبی کریم ﷺ نے ایک پسندیدہ عمل محض اس لئے چھوڑ دیا کہ لوگ اس سے غلط فہمی کا شکار ہو سکتے تھے اور ان کے جذبات و احساسات کو ٹھیس پہنچ سکتی تھی: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب باندھا ہے (باب۔ بعض پسندیدہ اقوال یا اعمال کو اس ڈر سے

چھوڑ دینا کہ بعض لوگ اس کو صحیح طور پر سمجھ نہیں سکیں گے اور پسندیدہ عمل کے ترک سے بڑھ کر سنگین بات کے مرتکب ہوں گے)

اور اس کی دلیل میں یہ حدیث پیش کی ہے کہ آپ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا اگر تیری قوم یعنی قریش نئے نئے کفر سے نہ نکلے ہوتے تو میں کعبہ کو گرا کر اس کے دو دروازے بنا دیتا ایک سے لوگ نکلتے دوسرے سے داخل ہوتے (فتح الباری ۱/۲۹۶) قریش نے خرچہ کی کمی کے باعث کعبہ کے اندر سے کچھ حصہ جسے حطیم یا حجر کہا جاتا ہے چھوڑ دیا تھا اور آپ چاہتے تھے کہ اسے اسی طرح تعمیر کردیں جس طرح حضرت ابراہیم نے تعمیر کیا تھا۔ لیکن اس ڈر سے کہ لوگ اسکا غلط مفہوم لیں گے آپ نے یہ کام چھوڑ دیا۔ اس لئے ایسے الفاظ کے استعمال سے گریز کرنا ضروری ہے جن کا غلط معنی لیا جاسکتا ہے۔ اور اس سے لوگوں کے جذبات واحساسات مجروح ہوتے ہوں۔ اور ان میں اشتعال پیدا ہوتا ہو۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ادب وآداب کے تقاضے ملحوظ رکھتے ہوئے الفاظ کے استعمال میں انتہائی احتیاط سے کام لینا چاہیے اور کوئی ایسا لفظ منہ سے نہیں نکالنا چاہئے جس میں گستاخی کا پہلو نکل سکتا ہو یا نکالا جاسکتا ہوں۔ لیکن فتوی لگانے سے پہلے کہنے والے کی ذات اور نیت کو بھی ملحوظ رکھا جائے گا جس طرح ہر کشتہ تیغ شہید نہیں ہے۔ اس طرح ہر ناپسندیدہ کلمہ بولنے والا ناپسندیدہ اور گستاخ نہیں ہوتا۔ لیکن چونکہ ان الفاظ سے توہین کا پہلو نکالا جاسکتا ہے اگرچہ کہنے والے کی نیت اور ارادہ نہیں ہے۔ اس لئے جب اس نے سب کے روبرو معافی مانگ لی ہے تو یہی تنبیہ اس کیلئے کافی ہے آئندہ وہ احتیاط اختیار کرے کبھی بھی ایسی جرات نہ کرے۔

سوال :

رقبہ تعدادی تقریبا 157 ایکڑ جو کہ میری بیوی، میرے بیٹے، میری بیٹیاں اور میری والدہ کے نام ہے۔

1: کیونکہ میری زمین نہر سے اونچی ہے اس لئے ہم اس کو کاشت ٹیوب ویل اور نہری پانی کو بھی پمپ کے ساتھ لفٹ کرکے ہی کاشت کرتے ہیں اور نہ تو یہ نہری ہے اور نہ ہی یہ بارانی کہلاتی ہے بلکہ اس کو چھلاری کہتے ہیں۔

2: ہمارے پاس ملازم بھی ہیں اور چوتھے حصہ پر مزارع بھی کام کرتے ہیں جن کے ساتھ بحساب طے ہے۔

کل پیداوار کا 1/2 حصہ زمین کا، 1/4 حصہ ٹریکٹر کا اور 1/4 مزارع کا۔ اس کے علاوہ وہ بیج، کھاد اور سپرے دوائی وغیرہ کا 1/4 حصے دے گا اور تین حصے زمیندار کے ہوں گے۔

3: ہمارے رقبہ پر کاشت فصلیں، کپاس، کماد، چاول، گندم، کچھ پر ہم اپنے جانوروں کا چارا اور کچھ پر ہم نے باغ لگا رکھا ہے۔

4: ہماری فصلیں زیادہ تر شوگر ملز' آڑھت یا جیننگ اور پاسکو کو چلی جاتی ہیں۔ آیا عشر کی مد میں فصل ہی دینا ضروری ہے یا روپیہ بھی دیا جاسکتا ہے اور اس کی شرح کیا ہوگی؟

5: ہماری فصلوں پر کافی خرچہ سپرے ودوائی، کپاس کی چنائی، گندم کی کٹائی اور گہائی، کماد کی کٹائی اور لوڈنگ اور کرایہ وغیرہ کی صورت میں کافی لاگت آتی ہے۔ کیا شرح میں خرچہ اور مزارع کا حصہ نکال کر عشر بنتا ہے یا کہ کل پیداوار پر؟

6: جو پانی ہم اپنی فصل کو دیتے ہیں اس کی بھی ہمیں قیمت دینا پڑتی ہے۔ بجلی کے بل کی صورت میں۔ آیا وہ خرچ بھی اس میں منفی ہوگا یا کہ نہیں؟

7: عشر کی شرح، عشر کے حقداران، عشر فصل کی صورت میں یا روپے کی صورت میں بھی، آیا اس کا شرع میں حصہ ہر فصل پر ایک ہی جیسا ہی ہے یا کہ زیادہ یا کم اور کون کون سی فصل اس سے مستثنی ہے؟ یعنی چارہ جو ہم اپنے جانوروں کو جن کا دودھ دوھتے ہیں اور باغ جو ہم نے اپنے پھل کھانے کیلئے ہی لگوایا تھا۔

تفصیلا جواب دیں؟

الجواب بعون الوهاب

الحمدلله رب العالمين والصلوٰة والسلام علی سيد الانبياء والمرسلين وعلیٰ آله واصحابه اجمعين اما بعد:

زمین کی پیداوار پر اللہ تعالی نے مساکین و فقراء کا حق فرض کیا ہے جسے اصطلاح شریعت میں عشر یا نصف العشر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالی ہے:

وانفقوا من طيبات ما كسبتم ومما اخرجنا لكم من الارض......الاية

ترجمہ: کہ حلال اور پاکیزہ مال جو تم کماتے ہو اور اس مال سے جو ہم نے تمہارے لئے زمین سے نکالا خرچ کرو۔ (سورۃ البقرہ ۲۶۷)

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

وهو الذی انشاء جنات معروشات وغير معروشات والنخل والزرع مختلفا اكله والزيتون والرمان متشابها وغير

متشابه كلوا من ثمره اذا اثمر واتوا حقه يوم حصاده ولا تسرفوا انه لا يحب المسرفين (سورة الانعام ۱۴۱)

اللہ وہ ذات ہے جس نے باغات پیدا کئے چھتریوں پر چڑھے ہوئے اور بے چڑھے ہوئے اور کھجور کے درخت اور کھیت جن کے پھل طرح طرح کے ہیں اور زیتون اور انار جو ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور مختلف بھی ہیں جب یہ پھل آور ہوں تو ان کے پھل سے کھاؤ اور کٹائی کے دن ان کا حق ادا کرو اور بے جا نہ اڑاؤ کیونکہ اللہ تالی بے جا اڑانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

ان دونوں آیات کریمہ سے زمین کی مختلف پیداوار میں سے مساکین وفقراء کا حق نکالنے کا حکم دیا گیا ہے۔

نبی ﷺ نے ان آیات کی تفسیر، یعنی زراعت کی زکوٰۃ کی تفصیل یوں ارشاد فرمائی ہے:

عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ فيما سقف السماء والعيون العشر وفيما سقى بالنضيح نصف العشر۔

کہ ایسے کھیت وزراعت جو صرف بارش اور چشموں کے پانی سے سیراب ہوں اور ان کی پیداوار سے عشر یعنی دسواں حصہ ہے اور جو کھیت پانی کھینچ کر پلائے جائیں نصف عشر یعنی بیسواں حصہ ہے۔

یعنی جن کھیتوں پر پانی وغیرہ دینے میں مشقت کم یا نہیں ہوتی میں مقدار زیادہ یعنی دسواں حصہ اور جن کھیتوں کو پانی کنواں وغیرہ سے نکال کر دیا جاتا ہے مشقت ومحنت ہوتی ہے اس میں مقدار کم یعنی بیسواں حصہ فرض ہے۔

اور ایک دوسری حدیث شریف میں ہے:

عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال ان النبی صلی الله علیه وسلم قال لیس فیما دون خمسة اوسق صدقة

کہ پانچ وسق سے کم پیداوار میں صدقہ (یعنی عشر وغیرہ) واجب نہیں ہے۔

ان آیات واحادیث سے واضح ہوا کہ زمین کی پیداوار میں زکوٰۃ یعنی عشر واجب وفرض ہے اور اس کا کم از کم نصاب پانچ وسق یعنی ۱۸ من ۳۰ کلو ہے اور دریاؤں، چشموں، بارش کے پانی سے تیار ہونے والی فصل سے دسواں حصہ اور ٹیوب ویل، کنواں وغیرہ سے سیراب ہونے والی زراعت سے بیسواں حصہ زکوٰۃ یعنی عشر نکالنا واجب ہے۔

اس وضاحت اور تفصیل کے بعد پیش کردہ سوالوں کا جواب ملاحظہ ہو:

1: آپ کی زمین پر یعنی پیداوار پر نصف عشر (بیسواں حصہ) زکوٰۃ واجب ہے کیونکہ اکثر پانی ٹیوب ویل کے ذریعہ ہے حتیٰ کہ نہری پانی بھی پمپ کے ذریعے لفٹ کرکے استعمال کیا جاتا ہے۔ لہٰذا ایسی زمین کی پیداوار پر نصف العشر 1/20 فرض ہے۔

2: زمین کی کاشت میں ملازمین یا مزارع کا ہونا فرضیت عشر یا نصف العشر میں کوئی اثر انداز نہیں ہوتا جیسے انسان خود محنت کرتا ہے اور اپنی محنت کا معاوضہ پیداوار سے منہا نہیں کرتے اسی طرح ملازمین وغیرہ کے اخراجات بھی منہا نہیں کئے جائیں گے۔

مزارع البتہ حصہ دار ہیں اُس کے حصہ پر زکوٰۃ بعد میں ذکر کی جائے گی۔

3: عمومات قرآنیہ واحادیث نبویہ میں جملہ زمین سے پیدا ہونے والی اشیاء پر زکوٰہ واجب ہے مگر وہ چارہ وغیرہ جو جانوروں کیلئے یا وہ سبزیاں وغیرہ جو اپنے استعمال کیلئے ہوں وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ زمیندار ان کا اپنے مویشی پالنا معمول ہے اور ان کے مویشیوں یا گھریلو استعمال کی سبزی وغیرہ میں زکوٰۃ مذکور نہیں ہے۔ اس لئے اس حد تک یہ وجوب زکوٰۃ کے حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ مطلق سبزیوں پر زکوٰۃ نہ ہونے کی جملہ روایات ضعیف ہیں۔ لہٰذا اگر وسیع پیمانے پر چارہ یا سبزیاں وغیرہ ہوں جیسے آج کل شہروں میں فروخت کیا جاتا ہے اور سبزی منڈیوں میں پہنچائی جاتی ہے تو پھر ان کی زکوٰۃ دینا واجب ہوگی۔

جو فصلیں غلہ جات پر مشتمل ہیں گندم، جو، چاول، چنے، مسور وغیرہ ان سے عشر وغیرہ تو اسی جنس سے ادا کرنا چاہیے جیسا کہ اسلوب قرآن کریم کا تقاضا ہے جیسے:

واتو حقه يوم حصاده ......الاية ومما اخرجنا لكم من الارض...... الاية میں مذکور ہے۔

باقی فصلیں کماد (گنا) کپاس، چارہ سبزیاں وغیرہ تو چونکہ یہ اشیاء منڈیوں شوگر ملوں وغیرہ پر فروخت کی جاتی ہیں اس لئے وہاں کے حساب کے مطابق وزن سے بیسویں من کے حساب سے عشر الگ کرکے اس کی قیمت مستحقین کو ادا کردی جائے۔

البتہ متعین شدہ مقدار عشر پر منڈیوں تک پہنچانے کیلئے آنے والے اخراجات منہا کرنے کا حق حاصل ہے۔ مثلاً گنے میں 100 من پر عشر واجب ہوتا ہے تو 100 من پر آنے والے اخراجات لوڈنگ، کرایہ وغیرہ نکال کر باقی حاصل شدہ رقم عشر میں ادا کرے گا۔

4: کھاد سپرے وغیرہ کے اخراجات منہا نہیں

کئے جائیں گے کیونکہ زراعت پر اخراجات ہر زمانے میں وقت کے تقاضوں کے مطابق ہوتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی تو اخراجات ہوتے تھے مگر کسی مرفوع صحیح حدیث میں اس کے منہا کرنے کا تذکرہ نہیں ہے۔اس لئے ان اخراجات کومنہانہ کرے۔

اگر کھاد سپرے وغیرہ استعمال کئے جاتے ہیں تو اس کے عوض کھیت میں بھی تو اضافہ ہوا ہے تو اللہ کی تعالیٰ کی راہ میں بھی سی حساب سے خرچ کرنا چاہیے۔

اسی طرح کٹائی اور گہائی وغیرہ اپنی ذاتی مشینوں وغیرہ سے نہ ہو بلکہ کرایا وراجرت پر ہوں یہ اخراجات منہا کرنے کی گنجائش معلوم ہوتی ہے کیونکہ وہ مقدار کاشتکار کے پاس آنے سے پہلے ہی خرچ ہوچکی ہے اور جملہ حساب سے پہلے خرچ ہوگی۔

اور اگر گہائی اپنی ذاتی مشینوں سے ہوتو پھر وہ اخرجات منہانہیں کرتے ہوں گے۔باقی مالک اور مزارع کے حصہ سے زکوٰۃ اکٹھی نکالی جائے گی۔ زکوٰۃ نکالنے کے بعد باقی ماندہ کو طے شدہ حساب کے مطابق مالک اور مزارع کے درمیان تقسیم کردیا جائے گا۔

کیونکہ ادائیگی زکوٰۃ کے بارے میں فرمان نبوی ہے:

لایجمع بین متفرق ولا یفرق بین مجتمع ...... الحدیث

کہ ادائیگی زکوٰۃ کے وقت علیحدہ علیحدہ مالوں کو اکٹھا نہ کیا جائے اور اکٹھے مالوں کو علیحدہ نہ کیا جائے۔

اس حدیث سے واضح ہوا کہ اکٹھے مال (پیداوار) سے عشر وغیرہ ادا کرنے کے بعد مالک و مزارع کے مابین حسب طے شدہ معاملہ کے تقسیم کی جائے گی۔

پانی وغیرہ کے اخرجات بھی اس سے نہیں نکالے جائیں گے کیونکہ انہی پانی کے اخرجات کے پیش نظر شریعت نے نصف عشر واجب کیا ہے جیسا کہ بیان ہوچکا ہے۔

ملاحظہ:

اگر کبھی آسمانی آفت وغیرہ یا بیماری وغیرہ سے کاشت کم ہو اور اخراجات زیادہ ہو چکے ہوں جیسا کہ پچھلے سالوں میں کپاس یا چاول وغیرہ کی فصل میں ہوا ہے اور ان اخراجات کے پیش نظر کاشتکار مقروض ہوجائے تو ایسی ہنگامی صورت میں جیسا ''وضع الجوائح'' کی صورت احادیث میں بیان ہوئی ہے۔یعنی آسمانی آفت، بیماری وغیرہ کی صورت میں ہونے والے نقصان کا حکم احادیث میں مذکور ہے۔

عشر وغیرہ کے مستحقین۔ زکوٰۃ کے ہی مستحقین ہیں۔مساکین فقراء فی سبیل اللہ وغیرہ پر خرچ کیا جانا چاہئے۔

ھذا ماعندنا واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

مجلہ ''ترجمان الحدیث'' کی ترویج وترقی اور بہتر اشاعت کیلئے اپنی مفید آراء سے نوازیں۔

خط وکتابت کیلئے: دفتر ادارہ ترجمان الحدیث

جامعہ سلفیہ فیصل آباد

ای میل:

tarjuman@hotmail.com

فون نمبرز: 041-780274-780374

بقیہ: ایک اسلامی ملک

اور تجارتی مرکز تھا، یہ تاجر یہاں ایک عرصہ تک قیام کرتے اور مسلمانوں کو قریب سے مشاہدہ کرتے ان کے اخلاق واطوار کو دیکھنے کا موقع ملتا جس سے متاثر ہوکر وہ اسلام قبول کرتے۔ اور یہی لوگ اسلام کے داعی بنتے تھے اسلام اخوت بھائی چارے، عدل ومساوات کا درس دیتے تھے۔جس سے انڈونیشیا کی رعایا نہ صرف متاثر ہوتی بلکہ حلقہ بگوش اسلام ہوتے چلے جاتے تھے۔انہوں نے اسلامی فلسفہ ایمان کی سچائی اعلیٰ اخلاقی قدروں کو دل وجان سے قبول کیا۔اور اکثریت رعایا مسلمان ہوگئی یہی وجہ ہے کہ اس وقت انڈونیشیا دنیا کا سب سے بڑا اسلامی ملک بن گیا۔

اس بات کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس وقت انڈونیشیا میں بڑی جامع مساجد کی تعداد 94 ہزار ہے جبکہ چھوٹی مساجد کی تعداد 3 لاکھ 46 ہزار ہے جہاں نماز پنجگانہ ادا کرنے کے علاوہ قرآن حکیم کی تعلیم کے ساتھ ابتدائی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ پورے ملک میں لاتعداد دینی ادارے ہیں جہاں لاکھوں طلبہ زیور تعلیم سے آراستہ ہورہے ہیں۔

دین اسلام ایک برحق دین ہے جس کی حقانیت کی بدولت اس کی قبولیت میں دن بدن اضافہ ہورہا ہے۔اس کی سچائی کو قبول کروانے کیلئے شمشیر کی قطعاً ضرورت نہیں ہے بلکہ ایک حقیقت پسند آدمی جو ہر قسم کے تعصب سے بالاتر ہو، وہ اسلام کی حقانیت کو تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔